(از)

سید العلماء جناب مولانا
سید علی نقی صاحب قبلہ

قیمت دو آنے محصولڈاک تین پیسے

تعارف

کہنے کو تو یہ سولہ[16] صفحوں کا ایک مختصر رسالہ ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ساتویں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے متعلق اس میں سب ہی کچھ موجود ہے آپ کے سوانح حیات مخلوق الٰہی کو جہاں اور بہت سے درس دیتے ہیں وہاں یہ بھی بتاتے ہیں کہ ایک کے بعد ایک چار شدید مخالف بادشاہوں کے زمانے میں امامت کی تمام بلندیوں کے ساتھ پچپن[55] برس تک کس طرح زندہ رہا جا سکتا ہے، کس طرح آئین حق کی حفاظت کی جا سکتی ہے اور کس طرح قید و بند کی مصیبتیں، طرح طرح کی ذلتیں، حکومت کی تمام طاقتیں بلند ضمیر شخصیتوں کو اپنے جادے سے نہیں ہٹا سکتیں۔

آئمہ کرام کی سوانح عمریوں کی طرف افراد قوم متوجہ تو ہوئے ہیں مگر عقیدت جس طرح کی توجہ چاہتی ہے اس منزل سے ابھی کوسوں دور ہیں۔ ان کتابوں کو ہر گھر میں موجود ہونا چاہیئے اور غیر شیعہ حضرات کے ہاتھوں میں بھی انھیں شدت سے دکھائی دینا چاہیئے۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب ذی حیثیت حضرات انھیں خرید فرما کر مفت تقسیم کرائیں اور اپنے یہاں کی مجلسوں میں تبرک کا بدل قرار دیں۔ ایسے حضرات کو جو اس مقصد کے لئے کم سے کم پانچ سو[500] کتابیں خرید فرمائیں گے مشن انھیں نصف قیمت پر یہ سوانح عمریاں فراہم کرنے کی سہولت بہم پہنچائے گا۔

خادم مشن

سید آفاق حسین رضوی آنریری سکریٹری

۲۶ر فروری ۱۹۶۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

جبکہ دنیا ظلم و استبداد کے شکنجوں میں کراہ رہی ہے اور جبر و قہر کی بے پناہ طاقتوں کے سامنے سچائی کے اصول اور ضمیر کے فیصلے پر قائم رہنا بہت ہی مشکل نظر آ رہا ہے تو ان رہنماؤں کی سیرت زندگی کا مطالعہ دل میں قوت اور پیروں میں استقلال پیدا کر سکتا ہے جن کو اپنے زمانہ کی طاغوتی قوتوں کے مقابلہ میں اپنی سچی راہ پر قائم رہنے کی وجہ سے مشکلوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ قید کی کڑیاں جھیلیں اور طرح طرح کی سختیاں اٹھائیں مگر اس فرض کو نہ بھولے جس کے وہ قدرت کی طرف سے ذمہ دار بنائے جا چکے تھے۔ اسی لئے ائمہ اہلبیت کے سوانح کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے اور اس رسالہ میں ان میں سے ساتویں امام کے حالات پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا کرے اس میں کا کوئی ایک جملہ یا کوئی ایک لفظ کسی پریشان انسان کے لئے عمل کی منزل میں راستہ بتا سکے تو یہی اس خدمت کا ماحصل ہو گا۔

نام و نسب :- اسم مبارک موسیٰؑ۔ کنیت ابوالحسنؑ اور لقب کاظم تھا اور اسی لئے امام موسیٰؑ کاظم کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تھے۔ جن کا خاندانی سلسلہ حضرت امام حسینؑ شہید کربلا کے واسطہ سے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ حمیدہ خاتون ملک بربر کی باشندہ تھیں۔

ولادت:۔ سات صفر ۱۲۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اس وقت آپ کے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مسند امامت پر متمکن تھے اور آپ کے فیوض علمی کا دھارا پوری طاقت کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ اگرچہ امام موسی کاظم علیہ السلام سے پہلے آپ کے دو بڑے بھائی اسمٰعیل اور عبداللہ پیدا ہو چکے تھے۔ مگر اس صاحبزادہ کی ولادت سے گھرانے کو وہ خوشی ہوئی جو اس کے پہلے محسوس نہیں ہوئی تھی اس لئے کہ اُس روحانی امانت کا حامل جو رسولؐ کے بعد اس سلسلہ کے افراد میں ایک دوسرے کے بعد چلی آرہی تھی یہی پیدا ہونے والا مبارک بچہ تھا۔

نشو ونما اور تربیت:۔ بیس برس آپ کی عمر کے اپنے والد بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام کے سایۂ تربیت میں گزرے ایک طرف خدا کے دیئے ہوئے فطری کمال کے جوہر اور دوسری طرف اس باپ کی تربیت جس نے پیغمبر کے بتائے ہوئے مکارم اخلاق کی یاد کو بھولی ہوئی دنیا میں ایسا تازہ کر دیا کہ انھیں ایک طرح سے اپنا بنا لیا۔ اور جس کی بناء پر ملت جعفری نام ہو گیا۔ اسی مقدس آغوش تعلیم میں بچپنا اور جوانی کا کافی حصہ امام موسی کاظم علیہ السلام نے گذارا یہاں تک کہ تمام دنیا کے سامنے آپ کے ذاتی کمالات وفضائل روشن ہو گئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا جانشین مقرر فرما دیا۔ باوجودیکہ آپ کے بڑے بھائی بھی موجود تھے،

مگر خدا کی طرف کا منصب میراث کا ترکہ نہیں ہے بلکہ ذاتی کمال کو ڈھونڈھتا ہے سلسلہ معصومینؑ میں امام حسنؑ کے بعد بجائے ان کی اولاد کے امام حسینؑ کا امام ہونا اور اولاد امام جعفر صادق علیہ السلام میں بجائے فرزند اکبر کے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف امامت کا منتقل ہونا اس کا ثبوت ہے کہ معیار امامت میں نسبی وراثت کو مد نظر نہیں رکھا گیا ہے۔

امامت:۔ ۱۴۸ھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی اس وقت سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بذات خود فرائض امامت کے ذمہ دار ہوئے۔ اس وقت سلطنت عباسیہ کے تخت پر منصور دوانقی بادشاہ تھا یہ وہی ظالم بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد سادات مظالم کا نشانہ بن چکے تھے۔ تلوار کے گھاٹ اتارے گئے تھے یا دیواروں میں چنوا دیئے گئے تھے یا قید رکھے گئے تھے۔ خود امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جا چکی تھیں اور مختلف صورتوں سے تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں۔ یہاں تک کہ منصور ہی کا بھیجا ہوا زہر تھا جس سے اب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے ان حالات میں آپ کو اپنے جانشین کے متعلق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومت وقت اسے زندہ نہ رہنے دے گی۔ اس لیے آپ نے آخری وقت ایک اخلاقی بوجھ حکومت کے کاندھوں پر رکھ دینے کے لئے یہ صورت اختیار فرمائی کہ آپ نے اپنی جائداد اور گھر بار کے انتظام کے لیے پانچ شخصوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی جن میں پہلا شخص خود خلیفہ وقت منصور عباسی تھا

اس کے علاوہ محمد ابن سلیمان حاکم مدینہ اور عبداللہ افطح جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سن میں بڑے بھائی تھے۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم اور ان کی والدہ معظمہ حمیدہ خاتون امام کا اندیشہ بالکل صحیح تھا اور آپ کا تحفظ بھی کامیاب ثابت ہوا۔ چنانچہ جب حضرت کی وفات کی اطلاع منصور کو پہنچی تو اس نے پہلے تو سیاسی مصلحت سے اظہار رنج کیا تین مرتبہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور کہا کہ اب بھلا جعفرؑ کا مثل کون ہے۔ اس کے بعد حاکم مدینہ کو لکھا کہ اگر جعفر صادقؑ نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کیا ہو تو اس کا سر فوراً قلم کر دو حاکم مدینہ نے جواب لکھا کہ انہوں نے تو پانچ وصی مقرر کئے ہیں جن میں سے پہلے آپ خود ہیں۔ یہ جواب پڑھ کر منصور دیر تک خاموش رہا اور سوچنے کے بعد کہنے لگا کہ اس صورت میں تو یہ لوگ قتل نہیں کئے جا سکتے۔ اور اس کے بعد دس برس منصور زندہ رہا لیکن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کوئی تعرض نہیں کیا اور آپ مذہبی فرائض امامت کی انجام دہی میں امن و سکون کے ساتھ مصروف رہے۔ یہ بھی تھا کہ اس زمانہ میں منصور شہر بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا جس سے ۱۵۷ھ میں یعنی اپنی موت سے صرف ایک سال پہلے اسے فراغت ہوئی۔ اس لئے وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق کسی ایذا رسانی کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

دور ابتلا:۔ ۱۵۸ھ کے آخر میں منصور دوانقی دنیا سے رخصت ہوا اور اس کا بیٹا مہدی تخت سلطنت پر بیٹھا۔ شروع میں تو اس نے بھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے عزت و احترام کے خلاف کوئی برتاؤ نہیں کیا مگر چند سال کے بعد پھر وہی بنی فاطمہ کی مخالفت کا جذبہ ابھرا اور ۱۶۴ھ میں جب وہ حج کے نام سے

حجاز کی طرف آیا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے ساتھ مکہ سے بغداد میں لے گیا اور قید کر دیا ایک سال تک حضرت اس کی قید میں رہے پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضرت کو مدینہ کی طرف واپسی کا موقع دیا گیا۔ مہدی کے بعد اس کا بھائی ہادی سنہ ۱۶۹ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور صرف ایک سال ایک مہینہ تک اس نے سلطنت کی اس کے بعد ہارون الرشید کا زمانہ آیا جس میں پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو آزادی کے ساتھ سانس لینا نصیب نہیں ہوئی

اخلاق و اوصاف :۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس مقدس سلسلہ کی ایک فرد تھے جس کو خالق نے نوع انسان کے لئے معیار کمال قرار دیا تھا۔ اس لئے ان میں سے ہر ایک اپنے وقت میں بہترین اخلاق و اوصاف کا مرقع تھا بے شک یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض افراد میں بعض صفات اتنے ممتاز نظر آتے ہیں کہ سب سے پہلے ان پر نظر پڑتی ہے۔ چنانچہ ساتویں امام میں تحمل و برداشت اور غصہ کو ضبط کرنے کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپ کا لقب کاظم قرار پا گیا۔ جس کے معنی ہی ہیں غصے کو پینے والا۔ آپ کو کبھی کسی نے ترش روئی اور سختی کے ساتھ بات کرتے نہیں دیکھا اور انتہائی ناگوار حالات میں بھی مسکراتے ہوئے نظر آئے۔ مدینہ کے ایک حاکم سے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچیں یہاں تک کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیا کرتا تھا مگر حضرت نے اپنے اصحاب کو ہمیشہ اس کے جواب دینے سے روکا۔

جب اصحاب نے اس کی گستاخیوں کی بہت شکایت کی اور یہ کہا کہ اب

ہمیں ضبط کی تاب نہیں۔ ہمیں اس سے انتقام لینے کی اجازت دی جائے تو حضرت نے فرمایا کہ "میں خود اس کا تدارک کروں گا۔" اس طرح ان کے جذبات میں سکون پیدا کرنے کے بعد حضرت خود اس شخص کے پاس اس کی زراعت پر تشریف لے گئے اور کچھ ایسا احسان اور حسن سلوک فرمایا کہ وہ اپنی گستاخیوں پر نادم ہوا۔ اور اپنے طرز عمل کو بدل دیا۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے صورت حال بیان فرما کر پوچھا کہ جو میں نے اس کے ساتھ کیا وہ اچھا تھا یا جس طرح تم لوگ اس کے ساتھ کرنا چاہتے تھے سب نے کہا کہ یقیناً حضور نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہی بہتر تھا اس طرح آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کو عمل میں لا کر دکھلایا جو آج تک نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ اپنے دشمن پر احسان کے ساتھ فتح حاصل کرو۔ کیونکہ یہ دو قسم کی فتح میں زیادہ پر لطف کامیابی ہے۔ بے شک اس کے لئے فریق مخالف کے ظرف کا صحیح اندازہ ضروری ہے اور اسی لئے حضرت علیؑ نے ان الفاظ کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ "خبردار یہ عدم تشدد کا طریقہ نا اہل کے ساتھ اختیار نہ کرنا ورنہ اس کے تشدد میں اضافہ ہو جائے گا۔"

یقیناً ایسے عدم تشدد کے موقع کو پہچاننے کے لئے ایسی ہی بالغ نگاہ کی ضرورت ہے جیسی امام کو حاصل تھی مگر یہ اس وقت میں ہے جب مخالف کی طرف سے کوئی ایسا عمل ہو چکا ہو جو اس کے ساتھ انتقامی تشدد کا جواز پیدا کر سکے لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی اقدام ابھی ایسا نہ ہوا ہو تو یہ حضرات بہر حال

اُس کے ساتھ احسان کرنا پسند کرتے تھے تاکہ اُس کے خلاف حجت قائم ہو اور اُسے اپنے جابرانہ اقدام کے لئے تلاش سے بھی کوئی عذر نہ مل سکے۔ بالکل اسی طرح جیسے ابن ملجم کے ساتھ جو جناب امیر علیہ السلام کو شہید کرنے والا تھا۔ آخر وقت تک جناب امیر علیہ السلام احسان فرماتے رہے اسی طرح محمد ابن اسمٰعیل کے ساتھ جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی جان لینے کا باعث ہوا۔ آپ برابر احسان فرماتے رہے یہاں تک کہ اس سفر کے لئے جو اس نے مدینہ سے بغداد کی جانب خلیفہ عباسی کے پاس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شکایتیں کرنے کے لئے کیا تھا ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم کی رقم خود حضرت ہی نے عطا فرمائی تھی جس کو لے کر وہ روانہ ہوا تھا۔ آپ کو زمانہ بہت ناساز گار ملا تھا۔ نہ اس وقت وہ علمی دربار قائم رہ سکتا تھا جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں قائم رہ چکا تھا۔ نہ دوسرے ذرائع سے تبلیغ و اشاعت ممکن تھی بس آپ کی خاموش سیرت ہی تھی جو دنیا کو آلِ محمدؐ کی تعلیمات سے روشناس بنا سکتی تھی۔

آپ اپنے مجمعوں میں بھی اکثر بالکل خاموش رہتے تھے یہاں تک کہ جب تک آپ سے کسی امر کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے۔ آپ گفتگو میں ابتدا بھی نہ فرماتے تھے اس کے باوجود آپ کی علمی جلالت کا سکہ دوست اور دشمن سب کے دل پر قائم تھا اور آپ کی سیرت کی بلندی کو بھی سب مانتے تھے اسی لئے عام طور پر آپ کو کثرتِ عبادت اور شب زندہ داری کی وجہ سے "عبد صالح" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ کی سخاوت اور فیاضی کا بھی

خاص شہرہ تھا۔ اور فقراء مدینہ کی اکثر پوشیدہ طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ ہر نماز صبح کے تعقیبات کے بعد آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے پیشانی سجدے میں رکھ دیتے تھے اور زوال کے وقت سر اٹھاتے تھے۔ قرآن مجید کی نہایت دلکش انداز میں تلاوت فرماتے تھے۔ خود بھی روتے جاتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی آپ کی آواز سے متاثر ہو کر روتے تھے۔

ہارون رشید کی خلافت اور امام موسیٰ کاظمؑ سے مخالفت:

سنہ ۱۷۰ھ میں ہادی کے بعد ہارون تخت خلافت پر بیٹھا۔ سلطنت عباسیہ کے قدیم روایات جو سادات بنی فاطمہ کی مخالفت میں تھے اس کے سامنے تھے۔ خود اس کے باپ منصور کا رویہ جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف تھا اسے معلوم تھا۔ اس کا یہ ارادہ کہ جعفر صادقؑ کے جانشین کو قتل کر ڈالا جائے یقیناً اس کے بیٹے ہارون کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ وہ تو امام جعفر صادقؑ کی حکیمانہ وصیت کا اخلاقی دباؤ تھا جس نے منصور کے ہاتھ باندھ دیے تھے اور پھر شہر بغداد کی تعمیر کی معروفیت تھی جس نے اسے اس جانب متوجہ نہ ہونے دیا تھا۔ اب ہارون کے لیے ان میں سے کوئی بات مانع نہ تھی۔ تخت سلطنت پر بیٹھ کر اپنے اقتدار کو مضبوط رکھنے کے لیے سب سے پہلے یہی تصور پیدا ہو سکتا تھا کہ اس روحانیت کے مرکز کو جو مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں قائم ہے توڑنے کی کوشش کی جائے۔ مگر ایک طرف امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا محتاط اور خاموش طرز عمل اور دوسری طرف سلطنت کے اندرونی مشکلات ان کی وجہ سے نو برس تک ہارون کو بھی کسی کھلے ہوئے تشدد کا امام کے خلاف موقع نہیں ملا۔

اس دوران میں عبداللہ ابن حسن کے فرزند یحییٰ کا واقعہ درپیش ہوا اور وہ امان دیئے جانے کے بعد تمام عہد و پیمان کو توڑ کر دردناک طریقے پر پہلے قید رکھے گئے اور پھر قتل کیے گئے۔ باوجودیکہ یحییٰ کے معاملات سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو کسی طرح کا سروکار نہ تھا۔ بلکہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ان کو حکومت وقت کی مخالفت سے منع فرماتے تھے۔ مگر عداوت بنی فاطمہ کا جذبہ جو یحییٰ ابن عبداللہ کی مخالفت کے بہانے سے ابھر گیا تھا۔ اس کی زد سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اُدھر یحییٰ بن خالد برمکی نے جو وزیر اعظم تھا امین (فرزند ہارون رشید) کے اتالیق جعفر ابن محمد اشعث کی رقابت میں اس کے خلاف یہ الزام قائم کیا کہ یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہے اور ان کے اقتدار کا خواہاں ہے۔

براہ راست اس کا مقصد ہارون کو جعفر سے برگشتہ کرنا تھا لیکن بالواسطہ اس کا تعلق حضرت موسیٰ کاظم کے ساتھ بھی تھا۔ اس لیے ہارون کو حضرت کی ضرر رسانی کی فکر پیدا ہو گئی۔ اسی دوران میں یہ واقعہ ہوا کہ ہارون رشید حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ میں آیا۔ اتفاق سے اسی سال امام موسیٰ کاظم بھی حج کو تشریف لائے ہوئے تھے ہارون نے اپنی آنکھ سے اس عظمت اور مرجعیت کا مشاہدہ کیا جو مسلمانوں میں امام موسیٰ کاظم کے متعلق پائی جاتی تھی۔ اس سے بھی اس کے حسد کی آگ بھڑک اٹھی اس کے بعد اس میں محمد بن اسمٰعیل کی مخالفت نے اور اضافہ کر دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اسمٰعیل امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے فرزند تھے اور اس لیے ان کی زندگی میں عام طور پر یہ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے قائم مقام

ہوں گے۔ مگر ان کا انتقال امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں ہو گیا اور لوگوں کا یہ خیال غلط
ثابت ہوا۔ پھر بھی بعض سادہ لوح اصحاب اس خیال پر قائم رہے کہ جانشینی کا حق اسمٰعیل اور اولاد
اسمٰعیل ہی میں منحصر ہے۔ انہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ اسماعیلیہ
فرقہ مختصر تعداد میں سہی اب بھی دنیا میں موجود ہے۔ محمد ان ہی اسمٰعیل کے فرزند تھے اور اس لیے امام
موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک طرح کی مخالفت پہلے سے رکھتے تھے مگر چونکہ ان کے ماننے والوں کی
تعداد بہت کم تھی اور وہ افراد کوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے اس لیے ظاہری طور پر یہ امام موسیٰ
کاظم علیہ السلام کے یہاں آمد و رفت رکھتے تھے اور ظاہری طور پر قرابت داری کے تعلقات قائم کیے ہوئے تھے۔
ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مخالفت کی صورتوں پر غور کرتے ہوئے یحییٰ برمکی
سے مشورہ لیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اولاد ابو طالب میں سے کسی کو بلا کر اس سے موسیٰ بن جعفر کے پورے
پورے حالات دریافت کروں۔ یحییٰ جو خود عداوت بنی فاطمہ میں ہارون سے کم نہ تھا اس نے محمد ابن اسمٰعیل کا پتہ دیا
کہ آپ ان کو بلا کر دریافت کریں تو صحیح حالات معلوم ہو سکیں گے۔ چنانچہ اسی وقت محمد ابن اسماعیل کے نام خط لکھا گیا۔
شہنشاہ وقت کا خط جو محمد ابن اسمٰعیل کو پہنچا تو اُسے اپنی دنیاوی کامیابی کا بہترین ذریعہ
سمجھ کر فوراً بغداد جانے کا ارادہ کر لیا مگر ان دنوں ہاتھ بالکل خالی تھا۔ اتنا روپیہ پاس موجود نہ تھا کہ
سامان سفر کرتے مجبوراً اسی ڈیوڑھی پر آنا پڑا جہاں کرم و عطا میں دوست اور دشمن کی تفریق نہ تھی۔
امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس آ کر بغداد جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت خوب سمجھتے تھے کہ اس بغداد
کے سفر کی بنیاد کیا ہے۔ حجت تمام کرنے کی غرض سے آپ نے سفر کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے اپنی پریشان
حالی بیان کرتے ہوئے کہا کہ قرضدار بہت ہو گیا ہوں۔ خیال کرتا ہوں کہ شاید وہاں جا کر کوئی صورت
بسر اوقات کی نکلے اور میرا قرضہ ادا ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے

میں وعدہ کرتا ہوں کا تمہارا تمام قرضہ ادا کر دوں گا۔ اور جہاں تک ہو سکے گا تمہارے ضروریات زندگی بھی پوری کرتا رہوں گا

افسوس ہے کہ محمد نے اس کے بعد بھی بغداد جانے کا ارادہ نہیں بدلا چلتے وقت حضرت سے رخصت ہونے لگے تو عرض کیا کہ مجھے وہاں کے متعلق کچھ ہدایت فرمائی جائے حضرت نے اس کا کچھ جواب دیا جب انہوں نے کئی مرتبہ اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ بس اتنا خیال رکھنا کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا اور میرے بچوں کی یتیمی کے باعث نہ ہونا۔ محمد نے اس کے بعد بہت کہا کہ یہ بھلا کون سی بات ہے جو مجھ سے کہی جاتی ہے کچھ اور ہدایت فرمائیے حضرت نے اس کے علاوہ کچھ کہنے سے انکار کیا جب وہ چلنے لگے تو حضرت نے ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم انھیں مصارف سفر کے عطا فرمائے۔ نتیجہ وہی ہوا جو حضرت کے پیش نظر تھا۔ محمد ابن اسمٰعیل بغداد پہنچے اور وزیر اعظم یحییٰ برمکی کے مہمان ہوئے اس کے بعد یحییٰ کے ساتھ ہارون کے دربار میں پہنچے مصلحت وقت کی بنا پر بہت تعظیم و تکریم کی گئی اثنائے گفتگو میں ہارون نے مدینہ کے حالات دریافت کیے محمد نے انتہائی غلط بیانیوں کے ساتھ وہاں کے حالات کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ ایک ملک میں دو بادشاہ ہوں۔ اس نے کہا اس کا کیا مطلب۔ محمد نے کہا کہ بالکل اسی طرح جیسے آپ بغداد میں سلطنت کر رہے ہیں۔ موسیٰ کاظم مدینہ میں اپنی سلطنت قائم کیے ہوئے ہیں۔ اطراف ملک سے ان کے پاس خراج پہنچتا ہے اور وہ آپ کے مقابلے کے دعویدار ہیں۔

یہی وہ باتیں تھیں جن کے کہنے کے لیے یحییٰ برمکی نے محمد کو منتخب کیا تھا ہارون کا غیظ و غضب انتہائی اشتعال کے درجہ تک پہنچ گیا اس نے محمد کو دس ہزار دینار عطا کر کے رخصت کیا۔ خدا کا کرنا یہ کہ محمد کو اس رقم سے فائدہ اٹھانے کا ایک دن بھی موقع نہیں ملا۔ اسی شب کو ان کے حلق میں درد پیدا ہوا صبح ہوتے ہوتے وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہارون

کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اشرفیوں کے توڑے واپس منگوا لیے۔ مگر محمد کی باتوں کا اثر اس کے دل پر ایسا جم گیا تھا کہ اس نے یہ طے کر لیا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔
چنانچہ ۱۷۹ھ میں پھر ہارون رشید نے مکہ معظمہ کا سفر کیا اور وہاں سے مدینہ منورہ گیا وہ ایک روز قیام کے بعد کچھ لوگ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیے جب یہ لوگ امام کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت روضہ رسولؐ پر ہیں۔ ان لوگوں نے روضہ پیغمبرؐ کی عزت کا بھی خیال نہ کیا۔ حضرت اس وقت قبر رسولؐ کے نزدیک نماز میں مشغول تھے دشمنوں نے آپ کو نماز کی حالت ہی میں قید کر لیا اور ہارون کے پاس لے گئے۔ مدینہ رسولؐ کے رہنے والوں کی بے حسی اس کے پہلے بھی بہت دفعہ دیکھی جا چکی تھی۔ یہ بھی اس کی ایک مثال تھی کہ رسولؐ کا فرزند روضہ رسولؐ سے اس طرح گرفتار کر کے لے جایا جا رہا تھا مگر نام نہاد مسلمانوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی طرح کی آواز احتجاج بلند کرتا۔ یہ بیس شوال ۱۷۹ھ کا واقعہ ہے۔
ہارون نے اس اندیشہ سے کہ کوئی جماعت امام موسیٰ کاظمؑ کو رہا کرانے کی کوشش نہ کرے دو محملیں تیار کرائیں ایک میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو سوار کیا اور اس کو ایک بڑی فوجی جمعیت کے حلقہ میں بصرہ روانہ کیا اور دوسری محمل جو خالی تھی اسے بھی اتنی ہی جمعیت کی حفاظت میں بغداد روانہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کے محل قیام اور قید کی جگہ کو بھی مشکوک بنا دیا جائے یہ نہایت حسرت ناک واقعہ تھا کہ امام کے اہل حرم اور بچے وقت رخصت آپ کو دیکھ بھی نہ سکے۔ اور اچانک محل سرا میں صرف یہ اطلاع پہنچ سکی کہ حضرت سلطنت وقت کی طرف سے قید کر لیے گئے۔ اس سے بی بیوں اور بچوں میں کہرام برپا ہو گیا اور یقیناً امامؑ کے دل پر بھی اس کا جو صدمہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے مگر آپ کے ضبط و صبر کی طاقت کے سامنے ہر مشکل آسان تھی۔

معلوم نہیں کتنے ہیر پھیر سے یہ راستہ طے کیا گیا تھا کہ پورا ایک مہینہ سترہ روز کے بعد ۷ ذوالحجہ کو آپ بصرہ پہنچائے گئے۔ کامل ایک سال تک آپ بصرہ میں قید رہے۔ یہاں کا حاکم ہارون کا چچا زاد بھائی عیسیٰ ابن جعفر تھا۔ شروع میں تو اسے صرف بادشاہ کے حکم کی تعمیل مدنظر تھی بعد میں اس نے غور کرنا شروع کیا کہ آخر ان کے قید کئے جانے کا سبب کیا ہے اس سلسلہ میں اس کو امام کے حالات اور سیرت زندگی اور اخلاق و اوصاف کی جستجو کا موقع بھی ملا۔ اور جتنا اس نے امام کی سیرت کا مطالعہ کیا اتنا اس کے دل پر آپ کے بلند اخلاق اور حسن کردار کا اثر قائم ہوتا گیا۔ اپنے ان تاثرات سے اس نے ہارون کو مطلع بھی کر دیا۔ ہارون پر اس کا الٹا اثر ہوا کہ اسے عیسیٰ کے متعلق بدگمانی پیدا ہو گئی اس لیے اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بغداد میں بلا بھیجا اور فضل ابن ربیع کی حراست میں سپرد کیا اور پھر فضل کا رجحان شیعیت کی طرف محسوس کر کے یحییٰ برمکی کو اس کے لیے مقرر کیا معلوم ہوتا ہے کہ امام کے اخلاق و اوصاف کی کشش ہر ایک پر اپنا اثر ڈالتی تھی۔ اس لیے ظالم بادشاہ کو نگرانوں کی تبدیلی کی ضرورت پڑتی تھی۔

وفات:۔ سب سے آخر میں امام سندی ابن شاہک کے قید خانہ میں رکھے گئے یہ شخص بہت ہی بے رحم اور سخت دل تھا۔ آخر اسی قید میں حضرت کو انگور میں زہر دیا گیا۔ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ میں ۵۵ سال کی عمر میں حضرت کی وفات ہوئی۔ بعد وفات آپ کی لاش کے ساتھ بھی کوئی اعزاز کی صورت اختیار نہیں کی گئی۔ بلکہ بہت حسرت ناک طریقے پر توہین آمیز الفاظ کے ساتھ اعلان کرتے ہوئے آپ کی لاش کو قبرستان کی طرف روانہ کیا گیا۔ مگر اب ذرا عوام میں احساس پیدا ہو گیا تھا اس لیے کچھ اشخاص نے امام کے جنازے کو لے لیا اور پھر عزت و احترام کے ساتھ مشایعت کر کے بغداد سے باہر اس مقام پر جو اب کاظمین کے نام سے مشہور ہے دفن کیا۔

رسالہ نمبر ۱۰۵

امامیہ مشن

لکھنؤ

مطبوعہ: یوسفی پریس لکھنؤ